حسب دستور سابق دی جاتے ۔ انہوں نے خزانہ شاہی کو سات لاکھ سالانہ کی پیشکش کی ہے ۔ یہ موجودہ ٹیکس کے علاوہ ہوگا ۔ اس وقت مجلس پر سکوت طاری تھا ۔ قضاۃ اکابرعلماء سب خاموش تھے ۔ اس میں علامہ ابن الزملکانی بھی تھے ۔ سلطان نے قضاۃ و علماء کی طرف خطاب کر کے فرمایا ۔ آپ اس بارہ میں کیا کہتے ہیں ۔ اس پر کسی نے کچھ نہیں کہا ۔ اس پر ابن تیمیہؒ اپنے گھٹنوں کے بل پر بیٹھ گئے ۔ اور بڑے جوش و غصہ کے ساتھ گفتگو کرنی شروع کی ۔ اور وزیر پر سختی سے جرح کی ۔ ان کی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی ۔ اور سلطان اُن کو نرم کرنے کی کوشش کر رہا تھا ۔ اُس وقت ابن تیمیہؒ نے اس طرح گفتگو کی کہ دوسرا شخص اس کی جرأت نہیں کرسکتا تھا ۔ انہوں نے سلطان کو مخاطب کر کے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کے اس پہلے دربار کا افتتاح اس کارروائی سے ہو کہ آپ فانی دُنیا کی حقیر منفعت کے لیے اہل ذمہ کی مدد کریں ۔ اللہ نے آپ پر کتنا بڑا احسان کیا کہ آپ کی کھوئی ہوئی سلطنت دلا دی ۔ آپ کے دشمن کو ذلیل و خوار کیا ۔ اور حریفوں پر آپ کو فتح دی ۔ سلطان نے یہ سن کر کہا ۔ یہ قانون تو جاشنیگر کا بنایا ہوا ہے ۔ ابن تیمیہؒ نے کہا ۔ یہ تو آپ ہی کے فرمان سے ہوا، جاشنیگر تو آپ کا نائب تھا ۔ سلطان کو ابن تیمیہؒ کی حق گوئی پسند آئی اور یہ قانون بدستور رہا[1]

قاہرہ واپسی اسکندریہ سے واپس قاہرہ پہنچے اور آتے ہی پھر درس کی مسند سنبھال لی ۔ بحث و کلام کا سلسلہ شروع کرایا ۔ افتاء و ارشاد، اور تعلیم میں منہمک ہو گئے ۔ پہلے قاہرہ میں زیادہ قیام کا ارادہ نہیں تھا ۔ اب آپ نے اپنے قیام کو طویل کر دیا ۔ اور خط لکھ کر گھر سے بہت سی کتابیں بھی منگوائیں[2]

اس کے بعد پورے انہماک کے ساتھ امام صاحب درس و افتاء میں مشغول ہو گئے ۔ ساتھ ہی تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا ۔ اجتہاد کا بھی اور مسائل متنوعہ و مختلفہ میں تحقیقات کا بھی ۔

---

[1] تاریخ دعوت و عزیمت جلد دوم صفحہ ۱۱۳-۱۱۴

[2] حیات ابن تیمیہ ابوزہرہ صفحہ ۱۳۳ [3] ایضاً صفحہ ۱۴۵

دمشق واپسی ۷۱۲ھ میں سات سال کے بعد حضرت امام صاحب دمشق واپس پہنچے، سلطان آپ کے ساتھ تھا۔ لوگوں نے آپ کا والہانہ استقبال کیا۔ دمشق واپس پہنچ کر امام ہمہ تن اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔

امام صاحب پھر جیل میں قیام دمشق کے دوران امام ہمہ تن تصنیف و تالیف، درس و افتاء اور وعظ و تذکیر میں مشغول تھے کہ آپ کے خلاف ایک نیا ہنگامہ کھڑا کر دیا گیا۔ اور اس ہنگامہ کی وجہ آپ کا فتویٰ زیارتِ قبور تھا، جو آپ نے ۱۷ سال قبل دیا تھا۔

کہ قبر کی زیارت کے لیے (خواہ وہ قبر انور ہو علیٰ صاحبہ الف الف صلاۃ وسلام) اہتمام سے سفر کر کے جانا جس کو عربی میں شد الرحال کہتے ہیں، جائز نہیں۔ اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے۔ لا تشد الرحال الا الیٰ ثلاثۃ مساجد المسجد الحرام ومسجدی ھذا والمسجد الاقصیٰ۔ (کجاوے نہ کسے جائیں۔ (اہتمام سے سفر نہ کیا جائے۔ مگر تین مسجدوں کی طرف، مسجد حرام (خانہ کعبہ) میری مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس)[1]۔

امام صاحب دمشق میں تھے اور سازش آپ کے خلاف مصر میں ہو رہی تھی۔ مخالفین نے فتویٰ کو الٹ پلٹ کر کے سلطان کے سامنے پیش کیا۔ اور اس میں بہت سی تحریف کر دی۔ سلطان نے بغیر اس تحقیق کے کہ فتویٰ جس نے دیا ہے اس سے بھی دریافت کیا جائے۔ امام صاحب کی گرفتاری کا حکم صادر کر دیا[2]۔

چنانچہ سلطان کا فرمان دمشق پہنچا اور امام صاحب کو مطلع کیا گیا۔ اس کے بعد آپ کو جیل بھیج دیا گیا۔ اس دفعہ اس کی بھی اجازت دی گئی کہ آپ اپنی خدمت اور رفاقت کے لیے اپنے بھائی کو ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ اور ان کے مصارف کے لیے ایک رقم بھی مقرر کر دی[3]۔

---

[1] تاریخ دعوت وعزیمت جلد دوم صفحہ ۱۲۷

[2] حیات ابن تیمیہؒ ابو زہرہ صفحہ ۱۵۰

[3] ایضاً

جیل میں امام ابن تیمیہؒ کے مشاغل

عرصۂ دراز کے بعد شیخ کو یکسوئی اور سکون کی دولت حاصل ہوئی۔ آپ نے اس خلوت میں یکسوئی اور ذوق شوق کے ساتھ تصنیف و تالیف کی طرف توجہ کی۔ کتابوں کی تصحیح و تنقیح کی اور عبادت و تلاوت میں مشغول رہے۔ آپ جتنا عرصہ جیل میں رہے۔ اس دوران آپ نے ۸۰ مرتبہ قرآن مجید کا دَور کیا۔ اس کے علاوہ بعض مسائل کے جوابات لکھے۔ اور زیادہ تر آپ نے جیل میں تفسیر قرآن کے سلسلہ میں لکھا۔ جیل میں حضرت امام جو کچھ لکھتے، لوگ اُس کو ہاتھوں ہاتھ لیتے۔ اور آپ کی وہ تحریر فوراً ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتی۔ حاسدین نے امیر دمشق سے شکایت کی کہ امام ابن تیمیہؒ کو قلم دوات سے محروم کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ سے قلم دوات اور کاغذ اور جتنی کتابیں تھیں، سبھی سرکار ضبط کر لی گئیں۔ امام صاحب نے اس پر کسی قسم کی جزع فزع نہیں کی۔ اور نہ ہی حکومت سے شکایت کی۔ آپ نے منتشر اوراق پر کوئلہ سے لکھنا شروع کر دیا۔[1]

زندگی کے آخری دن اور وفات

حضرت امام کے بھائی زین الدین عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ آپ نے میرے ساتھ قرآن پاک کے ۸۰ دور ختم کیے۔ جب ۸۰ دور ختم کرنے کے بعد ۸۱ ویں مرتبہ سورۃ القمر کی اس آیت

ان المتقین فی جنت و نہر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔

(پرہیزگار لوگ بلاشبہ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ اور مقتدر بادشاہ کے نزدیک سچی جگہ حاصل کیے ہوں گے)

پر پہنچے تو بیماری کی شدت کی وجہ سے اس کے بعد تلاوت نہ کر سکے اور آپ پر سکرات طاری ہو گیا۔ اور چند گھنٹوں کے اندر ان کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

یہ واقعہ ۲۸ ذیقعدہ ۷۲۸ھ کا ہے۔[2]

---

[1] تاریخ دعوت و عزیمت جلد دوم صفحہ ۱۳۷

[2] امام ابن تیمیہ محمد یوسف کوکن صفحہ ۵۸۱

انتقال کا اعلان اور لوگوں کا ہجوم

امام صاحب کی وفات کی اطلاع قلعہ کے مؤذن نے مینار پر چڑھ کر دی۔ شہر میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ قلعہ کا دروازہ کھول دیا گیا اور اذنِ عام دے دیا گیا۔ لوگ جوق در جوق آتے تھے اور زیارت کرتے تھے[1]

جنازہ کی کیفیت اور تدفین

غسل کے بعد جب جنازہ تیار ہو گیا تو پہلی نماز قلعہ میں پڑھائی گئی، جو شیخ محمد بن تمام نے پڑھائی۔ اس کے بعد جنازہ باہر لایا گیا۔ قلعہ اور جامع مسجد کے درمیان ہجوم اتنا تھا کہ لوگوں کا گزرنا بہت مشکل ہو رہا تھا اور ہجوم کی کثرت کی وجہ سے فوج کو انتظام سنبھالنا پڑا۔ اسی حال میں ایک آواز بلند ہوئی۔

هكذا تكون جنائز ائمه السنة

ائمہ سنت کا جنازہ اسی طرح کا ہوتا ہے۔

یہ سُن کر کہرام مچ گیا۔

ظہر کے بعد نماز جنازہ ہوئی۔ ہجوم لحظہ بلحظہ بڑھتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ ہر طرف آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ بازار ہوٹل سب بند تھے۔ بہت سے لوگوں نے روزہ کی نیت کر لی۔

آخر اس آفتابِ علم و مجددِ ملّت کو عصر کے قریب اُن کے بھائی شرف الدین عبداللہ کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔

جنازہ میں حاضرین کی تعداد ۲ لاکھ سے متجاوز تھی اور ۱۵ ہزار عورتیں اس کے علاوہ تھیں۔ امام ابن کثیر کا بیان ہے کہ دمشق کی تاریخ میں اس قسم کا جنازہ کی مثال نہیں ملتی[2]

نماز جنازہ غائبانہ

اکثر اسلامی ممالک میں حضرت امام کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی گئی۔ حافظ ابن رجب لکھتے ہیں،

اکثر قریب و بعید ممالکِ اسلامیہ میں نماز جنازہ غائبانہ پڑھی گئی۔ یہاں تک کہ یمن اور چین میں نماز جنازہ ہوئی۔ مسافروں نے بیان کیا ہے کہ چین کے ایک بعید ترین شہر میں جمعہ

---

[1] تاریخ دعوت و عزیمت جلد دوم صفحہ ۱۳۶

[2] حیات ابن تیمیہؒ ابوزہرہ صفحہ ۱۵۸

کے دن نماز جنازہ (غائبانہ) کا اعلان ان الفاظ میں ہوا کہ ترجمان القرآن کی نماز جنازہ ہو گی۔[1]

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم فرماتے ہیں:۔

امام موصوف کی وفات سے ساٹھ ستر سال بعد ابن بطوطہ نے چین کا سفر کیا تھا ان کو موجودہ شہر پیکن کے قریب قبائل عرب، تجارِ اہل اسلام کی ایک بہت بڑی آبادی ملی تھی جس میں فقہاء و محدثین واصحاب درس و تدریس موجود تھے۔ شیخ بدرالدین محدث نے اُن کی دعوت کی۔ اس کے علاوہ عام دیارِ چین میں بھی ہر جگہ عرب اور نومسلم بتعداد کثیر موجود تھے۔ اور بلاد عربیہ سے آمد و رفت کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ انہی لوگوں نے امام موصوف کی خبر وفات سن کر نماز جنازہ پڑھی ہو گی۔[2]

اور مولانا مرحوم چین کے ایک بعید ترین شہر کی تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

اس سے مقصود وہی نو آبادی ہو گی۔ جو موجودہ شہر پیکن کے قریب ابن بطوطہ کو ملی تھی۔[3]

ذاتی اوصاف اور اخلاق و عادات

امام ابن تیمیہ کی زندگی اسوۂ رسول کا ایک روشن ترین نمونہ تھی۔ وہ اپنے ہر فعل اور ہر عمل میں کتاب و سنت ہی کو پیش نظر رکھتے تھے۔ فرائض اور سنن کے پابند تھے۔ انہوں نے عام لوگوں کی طرح زندگی بسر کی۔ وضع، قطع، لباس میں عام آدمیوں سے کوئی امتیاز نہیں تھا۔ ان کو صرف ان کے تبحر علمی ہی کی بنا پر امتیاز کیا جا سکتا تھا میانہ روی اُن کا شعار تھا۔

معمولات

شب و روز عبادت میں مشغول رہتے۔ تلاوتِ قرآن سے بہت زیادہ شغف تھا رات دن عباداتِ مسنونہ سب بجا لاتے۔

ذوق مطالعہ

بچپن سے مطالعہ کا شوق تھا۔ مطالعہ بڑی گہری نظر سے کرتے تھے۔ اور مشکل سے

---

[1] تاریخ دعوت و عزیمت جلد دوم صفحہ ۱۳۹ بحوالہ طبقات الحنابلہ ابن رجب جلد ۲ صفحہ ۴۰۷

[2] تذکرہ ابوالکلام صفحہ ۱۹۹ [3] ایضاً ص ۲۰۰

مشکل مسائل آسانی سے حل کر لیتے تھے۔ متقدمین اور متاخرین کی کوئی ایسی کتاب نہ تھی جو ان کی نظر سے گزری نہ ہو۔ اپنے زمانے کے علوم متداولہ پر کامل عبور حاصل کر لیا تھا۔ عربی ادب، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، فلسفہ، کلام، تصوف، نحو، ریاضی، غرض زمانے کا کوئی ایسا علم نہیں تھا، جس کا انہیں تحقیقی علم حاصل نہ ہوا ہو۔

خطابت بہترین خطیب تھے۔ مختلف مسائل کو ایسے دلچسپ انداز میں پیش کرتے تھے کہ سامعین کبھی بھی ان کی تقریر سے نہیں اکتاتے تھے۔

حق گوئی و بے باکی یہ اُن کا ممتاز ترین وصف تھا۔ حق بات میں وہ کسی بادشاہ یا وزیر یا رئیس کی پروا نہیں کرتے تھے۔ اور آپ نے اپنی زندگی میں افضل الجهاد كلمة الحق عند سلطان جائر (بہترین جہاد ظالم سلطان کے سامنے حق بات کا کہنا ہے) کا حدیث پر پورا عمل کر کے دکھایا۔

شجاعت اور بہادری امام ابن تیمیہ صاحبِ علم و قلم کے ساتھ صاحب سیف بھی تھے اور آپ نے اپنی بہادری کے جوہر تاتاری لڑائیوں میں دکھائے۔

عاجزی و انکساری امام صاحب بہت ہی منکسر المزاج تھے۔ اگر اُن کی صحیح تعریف کی جاتی تو فرماتے کہ میں ایک معمولی آدمی ہوں۔ میں ملتِ اسلامیہ کا ایک ادنیٰ فرد ہوں۔

زہد و اتقا امام صاحب کی اٹھان ہی زہد و اتقا پر ہوئی تھی۔ اور انہوں نے اس کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ علم اور زہد اُن کو وراثت میں ملا تھا۔

ایثار و سخاوت امام صاحب کوئی مالدار آدمی نہیں تھے تاہم دار الحدیث السکریہ اور دار الحدیث الحنبلیہ سے جو تنخواہ ملتی تھی۔ اُس میں سے اپنی استطاعت کے مطابق حاجت مندوں کی اعانت کرتے تھے۔ امام صاحب نے ساری عمر شادی نہیں کی۔ اُن کا کھانا پینا زیادہ تر اُن کے بھائی شیخ شرف الدین عبداللہ بن تیمیہ کے ہاں تھا۔

عفو و درگزر امام صاحب کی زندگی ہمیشہ ہنگاموں سے بھری رہی۔ ہمیشہ مخالفین نے تنگ کیا۔ اُن کے خلاف قتل کی سازش کی گئی۔ اُن کو کئی بار جیل بھجوایا گیا۔ مگر انہوں نے کبھی بھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ سب کو صدقِ دل سے معاف کر دیا۔

تواضع و فروتنی — امام صاحب غایت درجے کے متواضع اور منکسر المزاج تھے۔

استغناء — استغناء میں اپنی مثال آپ تھے اور آپ نے اپنی پوری زندگی کبھی بھی حکومت سے کسی قسم کی کوئی شے قبول نہیں کی۔

سرعتِ تصنیف — سرعتِ تصنیف کا یہ حال تھا کہ بسا اوقات ایک ایک دن میں پوری جلد لکھ ڈالتے تھے۔

رسالہ حمویہ ظہر و عصر کے مابین ایک ہی نشست میں لکھ دیا تھا [۱]

(باقی)

تصحیح

۱۔ مولانا محمد خلیل اللہ صاحب کے مضمون "شوال المکرم" میں ترجمان القرآن کے صفحہ نمبر ۱۰ پر "شوال، ذی قعدہ اور ذوالحج کے بیس دن" کی عبارت میں "بیس دن" کے بجائے "دس دن" ہونا چاہیے۔

۲۔ اسی مضمون میں صفحہ نمبر ۱۱ پر سورۃ الانعام کی آیت ۱۶۱ میں صحیح الفاظ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ہیں۔ (مدیر)

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورتِ استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں۔ قارئین سے گذارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں، اُن کا خاص احترام ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے۔ (ادارہ)

---

[۱] امام ابن تیمیہ محمد یوسف کوکن صفحہ ۵۸۹ تا ۶۰۰ - حیات ابن تیمیہؒ ابو زہرہ صفحہ ۱۶۳ تا ۱۷۱

مطبوعات

تدبر زیر نگرانی: مولانا امین احسن اصلاحی ؛ ترتیب کے لیے مولانا اصلاحی سمیت ۵ اصحاب پر مشتمل مجلس۔
ناشر: ادارۂ تدبر قرآن و حدیث۔ رحمن اسٹریٹ، مسلم کالونی، سمن آباد، لاہور۔
صفحات: ۴۸۔ کاغذ سفید، ٹائیٹل سادہ یک رنگ، کتابت و طباعت مناسب۔ قیمت: ۳/- روپے

نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کوئی ماہانہ رسالہ ہے یا محض ایک سلسلۂ مطبوعات۔ بہر حال سلسلہ نمبر ا اور ماہ جولائی ۱۹۸۱ء کا اس پر اندراج ہے۔

مولانا اصلاحی نامور عالم دین اور مفسر ہیں۔ انہوں نے تفسیر تدبر قرآن لکھی ہے۔ جس کے اساسی خطوطِ امتیاز کا تعلق مولانا حمید الدین فراہی مرحوم کے طرزِ فکر سے ہے۔ انہوں نے قرآن کے فہم کے لیے نظمِ قرآن کے شعور کو لازم ٹھہرایا۔ نظم کے مسئلے میں وہ اتنی گہرائی تک گئے کہ سورتوں کا تعلق سورتوں سے، آیتوں کا آیتوں سے اور لفظوں کا لفظوں سے اپنے خاص اسلوب سے واضح کیا۔ نظمِ قرآن کے متعلق پہلے بھی علماء و مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے اور مجموعی طور پر سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ نظم ہر بامعنی کلام میں ہوتا ہے۔ مگر مولانا فراہی نظمِ قرآن کے ایک مستقل اسکول کے مؤسس تھے۔ اور مولانا اصلاحی، فراہی اساسیاتِ فکر پر تعمیرِ مزید کر رہے ہیں۔ اسی مقصد کے لیے رسالہ تدبر کا اجرا بھی بہت اچھے عزائم سے ہوا ہے۔

ہم جیسے عامیوں کے لیے متذکرہ دونوں بزرگوں کے فکر کی بلندی اور علم کی گہرائی خاصی ہمت آزما ہے۔ لہٰذا ان کی پروازوں اور غواصیوں سے ہم مستفید تو ہو سکتے ہیں، مبصر و ناقد نہیں ہو سکتے۔

خدا کرے کہ ان کا کام دین کے لیے مفید ہو، وہی اس کام سے متاثر نوجوانوں کو اس قابل بنائے کہ وہ غلبۂ باطل کے اس دور میں دعوتِ حق کو ایک بار پھر دنیا کے لیے چیلنج بنا دیں اور ملت میں بھی اقامتِ دین کے لیے وہی وحدتِ نظم پیدا ہو سکے جو قرآن میں ہے۔

بطور نام "تدبر" کا انتخاب اچھا ہے۔ اس سے فوری طور پر اس طرزِ فکر کی طرف توجہ منعطف ہو جاتی ہے جو متعلقہ ادارے کا ہے۔